

کتابیں پڑھنے کو جرم فرار دیجئے؟

ایلن مسک (Elon musk) دنیا کے امیر ترین انسانوں میں آتا ہے۔ 2021ء میں اس کی مجموعی دولت دوسو اکانوے بلین ڈالر ہے۔ جنوبی افریقہ میں عام سے گھر میں پیدا ہونے والا یہ آدم زاد کیسے از حد امیر ہو گیا۔ یہ وہ سوال ہے جسے سب کو پوچھنا چاہیے۔ مسک کی دولت کم از کم پاکستان کے بیرونی قرضوں سے دو گنی ہے۔ ہمارے قرضے 116 ملین ڈالر ہیں۔ اور ایلن مسک کی ذاتی دولت ان سے از حد زیادہ ہے۔ ویسے جس طرح ایڑیاں رکٹر گٹر کر ہمارے موجودہ اور سابقہ وزرا خزانہ، بین الاقوامی اداروں سے قرضہ لیتے ہیں۔ شائد اس سے زیادہ غربیوں کو امداد ایلن مسک اکیلا دیتا ہے۔ ہاں ایک فرق ضرور ہے۔ ہمارے ذہنی طور پر فلاش ”وزر اخزانہ“، ایلن مسک سے زیادہ شان و شوکت سے رہتے ہیں۔ ویسے ایک فرق اور بھی ہے۔ ہمارے وزر اخزانہ مختلف لا بیوں اور سربراہان مملکت کے فرنٹ میں ہوتے ہیں۔ جو بہر حال مسک نہیں ہے۔ مسک نے خلائی تحقیق اور سفر کرنے کے لئے SpaceX نام کا انتہائی غیر معمولی کام شروع کیا۔ پڑول سے چلنے والی گاڑی کی بجائے بجلی سے چلنے والی گاڑی کی داغ بیل ڈالی۔ ٹیسلا گاڑی اب اسی سے ہی منسوب ہے۔ اس طرح کے بے شمار کاروبار ہیں جن سے مسک ہر طور سے وابستہ ہے۔ سب کچھ غیر معمولی ہونے کے علاوہ ایک ایسا وصف ہے جس نے اس کی زندگی کی کایا پلٹ دی۔ وہ ہے کتابیں پڑھنے کا جنون۔ یہ جان کر حیران ہو جائیں گے کہ ایلن مسک پاگلوں کی طرح کتابیں پڑھتا رہتا ہے۔ ایک انٹرو یو میں بتایا کہ روزانہ آٹھ سے دس گھنٹے کتابیں پڑھتے ہوئے گزارتا ہے۔ جس طرح عام لوگ ٹوی دیکھتے ہوئے وقت گزارتے ہیں۔ اسی طرح وہ کتاب سے جڑا رہتا ہے۔ طالب علمی کے زمانے میں مسک نے Encyclopedia Britannica کو کافی حد تک یاد کر لیا تھا۔ حد درجہ مصروف ہونے کے باوجود آج بھی ایلن مسک وقت بالکل ضائع نہیں کرتا۔ لائبیری اور کتابیں اس کی بہترین رفیق ہیں۔ ایک اخباری نمائندے نے مسک سے پوچھا کہ آپ کے ذہن میں راکٹ بنانے اور بجلی سے چلنے والی گاڑی بنانے جیسے انوکھے خیال کیسے آئے۔ جواب تھا کہ یہ سب کچھ کتابیں پڑھنے کے شوق سے کشید کیا ہے۔ دور حاضر کا کامیاب ترین برس میں آج بھی ٹوی دیکھ کر اپنا وقت بر باد نہیں کرتا۔ عام آدمیوں کی طرح ٹانکیں پسار کر گھنٹوں ٹوی کو گھوڑا نہیں رہتا۔ بلکہ یہ تمام وقت سنجیدہ کتابیں پڑھنے میں گزارتا ہے۔

ویسے تو ہمارے معاشرے میں ہر وقت مرثیہ گوئی کا رجحان ہے۔ مگر ایک موضوع پر تو گفتگو ہر دم سنائی دیتی ہے۔ وہ یہ کہ ہم لوگ کتابوں سے کوئی شغف نہیں رکھتے۔ کتابیں پڑھنے کا رجحان بالکل ختم یا کم ہو چکا ہے۔ علم کی کوئی حیثیت ہے، ہی نہیں۔ اس بحث کا حصہ بالکل نہیں بننا چاہتا۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں بحث برائے بحث کا رواج ہے۔ ہم دلیل کی بنیاد پر کسی

بھی مباحثہ سے نتیجہ نہیں نکال پاتے۔ بہر حال اس نکتہ میں کافی سچائی ہے کہ عمومی طور پر ہم کتابوں سے دور ہیں۔ اس صورت حال کی متعدد وجہات ہیں۔ چند گزارشات پیش کرنا صائب سمجھتا ہوں۔ ہمارے جیسے معاشرے میں عام آدمی طاقتوترین طبقہ اور افراد سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ عوام کی اکثریت ان جانے میں اس طبقے کی نقل کرتے ہیں۔ عام لکھاری انہیں اشرافیہ لکھتے ہیں۔ مگر طالب علم ان کو ہرگز ہرگز اشرافیہ نہیں سمجھتا۔ بلکہ ان کی واضح اکثریت تو گندے پانی کا وہ جو ہڑ ہے جس میں تعفن اور غلاظت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ان لوگوں میں کتاب پڑھنے کا رجحان ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اگر عرض کر سکوں کہ یہ جعل ساز، کتابوں اور علم حاصل کرنے کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں تو بے جانہ ہو۔ اس میں تمام محترم طبقے شامل ہیں۔ کیا سیاست داں، تو کیا مذہبی رہنماء۔ کیا نوکری پیشہ لوگ تو کیا تاجر حضرات۔ اور ہاں۔ ہمارے ہاں دانشوار کہلانے والی مخلوق کی اکثریت جدید ترین کتابوں کی خوبیوں کے سے بھی بہت دور ہے۔ ٹی وی پروگراموں میں ان کے پچھے نظر آنے والی کتابیں صرف اور صرف نمائشی حیثیت کی حامل ہوتی ہیں۔

سیاسی طبقے پر نظر ڈالیے۔ اس طاقتور طبقے کے سرخیل میڈیا پر اچھی باتوں کے بھاشن دیتے اکثر نظر آئیں گے۔ ہر پارٹی کے سربراہان جمہوریت، اصل جمہوریت، آزاد جمہوریت اور اس طرح کے صینے استعمال کرتے ہر دم بے دم ہوتے ہوئے محسوس ہوں گے۔ مگر ان میں سے کسی سے یہ پوچھنے کی جرأت کر لیں کہ جناب جمہوریت کا آغاز کیسے ہوا تھا۔ عوام کی حکومت میں شمولیت کے لئے کتنے ان گنت لوگوں نے جانیں دی تھیں۔ انسانی حقوق، آزادی اظہار اور مساوات کے لئے خون کے کتنے گھرے دریا عبور کیے گئے۔ رومان تہذیب سے لے کر برطانیہ، فرانس اور امریکہ تک کیسی کیسی عظیم تحریکیں عام لوگوں نے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے چلائیں تھیں۔ شخصی حکومتوں اور بادشاہوں کو کیسے عوامی غضب میں بھسم کر ڈالا تھا۔ تو یقین فرمائیے۔ کہ ہمارے آج کے جمہوری رہنماء آئیں بائیں شائیں کرنا شروع کر دیں گے۔ سوال کو اپنے سیاسی دشمن کی چال گردانیں گے۔ سوال کا کوئی جواب دیئے بغیر، باتوں کو کسی ادنیٰ موضوع کی طرف لے جائیں گے۔ یہ سکھ بند قومی رہنماء کتنے جاہل ہیں۔ اس کا اندازہ آپ صرف ان کی تقریریں سن کر لگا لیجئے۔ ویسے ان کی بے سرو پا تقاریر سننا ایک ذہنی کو قت سے کم نہیں۔ آج تک ان میں سے کسی نے بھی، کسی عظیم جمہوری بین الاقوامی سطح کے شخص، اس کے اقوال، جدوجہد، اس کو دی جانے والی اذیتوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ اپنی باتوں میں سری پائے، پکوان، کرکٹ یا جمہوریت بہترین انتقام ہے، جیسے استعارے تو استعمال ضرور کریں گے۔ مگر کسی نئی کتاب کا ذکر کرنا گناہ سمجھیں گے۔ ذرا تھوڑی دیر کے لئے سب چیز بھول جائیے۔ محترم عمران خان، زرداری صاحب یا نواز شریف صاحب سے صرف یہ پوچھ لیجئے کہ جناب آپ لوگ اتنے قد کاٹھ کے قومی رہنماء ہیں۔ ذرا فرمادیجئے کہ پچھلے ایک برس میں آیے نے کتنی نئی کتابیں بڑھ ڈالی ہیں۔ اس سوال کا جواب دینا ان کی

ذاتی صواب دید ہے۔ مگر ان کی تقاریر اور باتوں سے سب کچھ ظاہر ہو جاتا ہے۔ بلکہ سوال پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ متوازن تاثر بھی ان کی علم دوستی کی نفی کرتا نظر آئے گا۔ ان کے نزد یکی لوگوں سے پوچھ لجئے کہ صاحب نے گزشتہ پانچ دس مہینوں میں کتنی کتابیں خریدی یا منگوائی ہیں۔ اکثریت کو چپ لگ جائے گی۔

مثال دینا ضروری ہے۔ آقٰی ﷺ کی سیرت پر عربی زبان میں قدیم ترین کتابیں ابن کثیر اور ابن ہشام نے حد درجہ ریاضت سے تحریر کی ہیں۔ ان کے ہرزبان بمعہ اردو میں تراجم موجود ہیں۔ بر صغیر میں سیرت پر لکھنے والوں نے ان کتابوں سے بنیادی فیض حاصل کیا ہے۔ ہمارے موجودہ وزیر اعظم، ہر وقت ”ریاست مدینہ“ کا ذکر کرتے ہیں۔ ثابت بات ہے۔ مگر سوال پوچھنا تو بنتا ہے تو جناب کیا آپ نے آقا کی سیرت کو بنیادی کتب سے پڑھا ہے۔ چلئے، کیا آپ نے شبی نعمانی کی سیرت سے استفادہ فرمایا ہے۔ کیا آپ کو علم ہے کہ سیرت النبی ﷺ کتنا عظیم انقلاب تھا۔ کیا آپ کو ریاست مدینہ کے بنیادی اصول معلوم ہیں۔ طویل عرصے سے خان صاحب کی باتوں میں کسی علمی مأخذ کا ذکر نہیں سن۔ دکھ ہوتا ہے کہ وہ ”ریاست مدینہ“ جیسی عظیم حکومت کو صرف تقاریر کے لئے استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔ اب آپ پیپلز پارٹی کے قائد یا عالم پناہ کی علمی سطح کو منصفانہ طرز پر پڑھیے۔ موصوف ہر جگہ جمہوریت کے فوائد اور برکات پر رطب السلان نظر آئیں گے۔ اپنے آپ کو جمہوری رویوں کا چھپنہن بتاتے ہیں۔ اگر آپ ہمت کر کے موصوف سے یہ پوچھ لیں کہ جناب جمہوریت کے ارتقا کے بنیادی محركات کیا ہیں۔ سرمایہ کے ارتکاز اور انسانی حقوق کی پامالی کا تعلق کیا ہے۔ سندھ جیسے صوبے میں سانپ اور کتے کے کاٹنے سے لوگ کیوں کیڑے مکوڑوں کی طرح رزق خاک ہو رہے ہیں۔ توبادشاہ سلامت ناراض ہو جائیں گے۔ جرأت کر کے یہ پوچھ بیٹھیے کہ حضرت آپ نے جمہوریت کی عملی شکل کس فلسفی سے مستعار ہے۔ تو وہ اور ان کے حواری آپ کی جان کو آجائیں گے۔ ہاں اگر آپ کافٹن کی پر اپرٹی کاریٹ یا ڈالر کا نرخ پوچھیں گے۔ تو یہ جھٹ درست جواب دینگے۔ بالکل یہی حال، پنجاب سے تعلق رکنے والے لندن میں مقیم قائد کا ہے۔ ان کی فکری اساس کیا ہے۔ ان کی علمی بنیاد کیا ہے۔ عملی سیاست میں طویل تر حکمرانی کرنے کے باوجود ان کی ذاتی لاہبریری میں کون کون سی کتابیں موجود ہیں۔ اگر خرید کر سجا بھی لمگی ہیں تو ان میں سے کتنی پڑھی ہیں۔ ان کے قرابت دار بتاتے ہیں کہ جناب کو بھی کوئی کتاب پڑھتے نہیں دیکھا۔ کسی بڑی لاہبریری میں جانے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی علم دوست ان کے مصاحبین میں موجود ہی نہیں ہے۔ الیہ تو یہ بھی ہے کہ بیور و کریٹ میں بھی پڑھنے کا رجحان مفقود ہے۔ وہ بھی وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم کا ہر قیمت پر دم چھلا بننے کا عزاز سمجھتے ہیں۔ ان حالات میں عوام بھی کتابوں سے دور رہنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ درست قدم تو یہ ہے کہ ہم تمام کتب خانے اور لاہبریریاں بند کر دیں؟ کتابیں پڑھنے کو جرم قرار دے دیں؟ علم اور کتب سے نفرت کرنا شروع سے سکھائیں۔ ایں مسک

جیسے بے وقوف لوگوں کا نام تک مٹا دیں، جو دن میں دس بارہ گھنٹے صرف کتا میں پڑھتے ہیں؟